© rasailojaraid.com

مولوی قطب صاحب لکھتے ہیں کہ شمبو ناتھ ایک راجپوت جرنیل تھا انہیں پنڈتوں کی طرح ایک جگہ رہ کر دیوداسیوں سے دل بہلانے سے چڑ تھی۔ لہٰذا وہ دن کے آخری پہروں میں پہاڑوں اور ندیوں کی سیر کیلئے نکلا کرتا تھا۔ ایک دن وہ گھومتے پھرتے موجودہ محل کے قریب ایستادہ ایک چوٹی پر واقع قدیم قلعہ تھوقسی کھرتک گیا واپس آتے ہوئے شام ڈھل گئی۔ راستے میں ایک جھونپڑی میں روشنی دیکھی۔ اس نے جھانک کر دیکھا تو اندر کچھ لوگ بڑی خوش الحانی سے قرآن پاک کی تلاوت کررہے تھے دوسرے لوگ بڑے انہماک سے سن رہے تھے۔ اسکے بعد ایک باریش شخص ان لوگوں سے مخاطب تھا وہ بون مت اور بدھ مت کے توہماتی عقائد اور انکے طریق عبادات سے نفرت اور ہندوؤں کے مظالم اور ذات پات کی تقسیم کے خلاف اکسانے کے ساتھ ساتھ اکیلے اللہ کی عبادت پر نہایت عمدہ و مؤثر الفاظ میں خطاب کررہا تھا۔ اسکے کانوں میں بار بار اس کی متاثر کن آواز گونج رہی تھی کہ کچھ لوگوں کو ملیچھ قرار دیکر انتہائی مظلومانہ زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور کچھ اعلیٰ ذات قرار پاکر ان کا خون نچوڑ رہے ہیں۔ رات بھر شمبو ناتھ کا سکون برباد رہا۔ کہ ہم کیسے انسان ہیں جو مظلوموں کی لاشوں پر شیش محل تعمیر کررہے ہیں۔ وہ ان سسکتے انسانوں پر مظالم ڈھا کر کیوں خوش ہیں؟ اگلے روز اس کے قدم غیر ارادی طور پر اس طرف اٹھ گیے۔ چند دنوں تک اس کے ساتھی پریشان رہے۔ ایک دن انہوں نے شمبو ناتھ کا تعاقب کیا۔ وہ بھی چوری چھپے تبلیغ کا وہ دلاویز منظر دیکھتے رہے۔ ایک دن شمبو ناتھ نے انکو دیکھ لیا جواب اسلام کا قائل ہوگیا تھا۔ شمبو ناتھ راجپوت تھا اس نے فوراً تلوار سونت لی۔ برہمنی پنڈت گھبرا گئے اور منت سماجت پر اتر آئے۔ شور سن کر جھونپڑی کے اندر محو عبادت مجمع عبادت ختم کر کے باہر آئے۔ تبلیغ کرنے والے نے پوچھا تم لوگ کون ہو اور کیوں جھگڑ رہے ہو؟ شمبو ناتھ نے اپنی آپ بیتی سنادی۔ بزرگ شخص ان کو لیکر اندر گئے اور بڑے پر اثر طریقے سے انہیں شر و فساد سے روکا۔

بزرگ جو چند سال قبل ہندوستان تلاش معاش کیلئے گیا تھا اور مشرف باسلام ہوکر آیا تھا اب یہاں ان کوہستانیوں میں تبلیغ دین کا فریضہ ادا کررہا تھا۔ اب ان ہندوؤں کو دین حنیف کی دعوت دے رہا تھا۔ جب اس نے فتح مکہ اور عفو عام کا واقعہ سنایا۔ انسانوں کے مابین تفریق کو اسلام کے منافی قرار دیا۔ بزرگ کی نرم بیانی اور کلام الٰہی کا اثر تھا کہ وہ سب مشرف باسلام ہوئے۔ (واللہ اعلم)

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ بلتستان میں ہندومت کی ترویج کی کوششیں پھلے پھولے بغیر اپنی موت آپ مر گئیں۔

ہدایت اللہ اختر، ثریا خورشید اور پنڈت کلہن کی تصنیفات میں کم وبیش ان واقعات کی تصدیق ہے۔ ٹھاکرا چھر ہستناپوری نے کچھ زیادہ تفصیل بیان کی ہے، البتہ وہ بلتستان کے حالات لکھنے سے عاجز رہا۔ کیونکہ ٹھاکرا چھر جیسا تن آسان شخص یہاں کی سخت آب وہوا اور ارضی خدوخال کی صعوبتوں کا متحمل نہ تھا۔ وینا ناتھ اور مولوی قطب کے مکتوبات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید علی ہمدانی سے قبل ہی ارض بلتستان میں اسلام کی ضوفشانی ہونے لگی تھی۔ مگر مبلغین کی یہ کاوشیں منظر عام پر نہ آسکیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان:

الشیخ عبدالخالق رحمہ اللہ فن خطاطی کا ایک درخشندہ ستارہ

مدرسہ میاں نذیر حسین دہلوی کا ایک اور ٹمٹماتا چراغ، پرانے بزرگوں کی ایک یادگار الشیخ عبدالخالق قمبر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ آپ بلتستان میں فن خوشنویسی کا درخشاں باب تھا۔ ذیل میں آپ کی یاد میں چند سطور حوالہ قرطاس کیے جا رہے ہیں۔

(یہ معلومات دسمبر ۲۰۰۲ میں آپ سے لی گئی تھیں۔) عبدالرحیم روزی

نام ونسب: ابو یحییٰ عبدالخالق بن محمد قمبر بن ملا علی بن ملا محمد علی از قوم "ملا"۔ اسی قوم کی مناسبت سے آپ کے محلے کا نام "ملا عبدلپہ" ہے۔ اس محلے کی آبادی اسی قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ غواڑی میں سادات کرام کی آمد سے قبل امامت اور مذہبی رسومات کی انجام دہی کے لیے "ملا" خاندان کو لایا گیا تھا اور حسب دستور انہیں جاگیریں بھی دی ہوئی تھیں۔

ولادت اور حصول تعلیم وتربیت: آپ تقریباً 1914 میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مولانا محمد موسیٰ بن محمد علیؒ مؤسس دارالحدیث غواڑی (حالیہ جامعہ دارالعلوم) سے حاصل کی۔ حافظ مفتی کریم بخشؒ اور مولانا احمد حسن بلغاریؒ سے بھی استفادہ کیا۔

1942-43 میں جنگ عظیم دوم کے دوران دہلی کا سفر کیا۔ اور کھرمنگ، دراس اور ہمباب کے بل کھاتے دروں اور راستوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے مرادآباد (ہندوستان) پہنچا۔

فتح پور دہلی میں آپ نے اس وقت کے ہونہار طالب علم مولانا عبدالقادر ابراہیم (مفتی اعظم رحمہ اللہ) سے خوشہ چینی کی۔ پھر وطن مراجعت فرمائی۔ والدہ محترمہ کا سایہ عاطفت اٹھ جانے پر دوبارہ ہندوستان تشریف لے گئے۔ اس بار شیخ الحدیث عبدالرشید ندویؒ بھی ہمراہ تھے۔

مدرسہ میاں نذیر حسینؒ سے تقریباً 1946 میں فارغ ہوئے۔ اس دوران تقسیم ملک کے فسادات شروع ہو گئے تو براستہ کھوکھراپار کراچی پہنچے۔ یہاں آپ کے استاذ مولانا محمد یونس قریشی دہلویؒ (مصنف دستور المتقی) تھے۔

ایک بار آپ اور مولانا عبدالرشید ندوی مرحوم دونوں ہندوستان میں بیتے ہوئے طالب علمی کے ایام کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ دونوں اپنے استاد مولانا عبدالرحمٰن کٹھویؒ کے مرضِ وہم کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ اس کی تفصیل نزھة الخواطر ۲۴۴/۸ رقم ۲۳۱ میں بھی ہے۔

ہندوستان میں آپ نے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ مناظر الاسلام سے ملاقات کی۔ مولانا عبدالسلام بستویؒ سے دوستانہ مراسم تھے۔ مولانا محمد جوناگڑھیؒ کا خطبہ سننے کیلئے اہتمام سے جایا کرتے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مفتی کفایت اللہؒ کو دیکھا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سماجی خدمات: غواڑی میں آپ نے ''انجمن اصلاح غواڑی'' کے صدر ماسٹر عبداللہ مرحوم کے سیکرٹری کی حیثیت سے خوب اصلاحی اور فلاحی کام کیے۔ ماسٹر عبداللہ مرحوم کے اصلاحی کارناموں اور تعمیری خدمات کا چرچا زبان زد عوام وخواص ہے۔

اسی دوران ہفت روزہ ''بادشمال'' لاہور مورخہ یکم تا 8 جون 1959 کے شمارے میں ''جیپ روڈ خپلو از ہمایوں پل تا مقام بَرت غواڑی'' کالم لکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''آج بتاریخ 18 اپریل 1959 کو ڈیڑھ بجے دن پہلی بار عالی جناب خان بنات گل خان صاحب پولیٹیکل ایجنٹ بلتستان کی جیپ اسکردو سے غواڑی پہنچی۔ اس روڈ کو صرف 4 ماہ کے عرصہ میں مکمل کیا گیا۔ اس کا 4/5 حصہ اہالیان غواڑی کی محنت، حکومت پاکستان سے تعاون کے جذبہ اور خدمت خلق کا نتیجہ ہے۔''

ہندوستان سے مراجعت قیامت خیز منظر میں ہوئی تھی۔ اس ہوشربا افراتفری میں آپ کے سارے تعلیمی کاغذات واسانید ضائع ہوگئے۔ مراجعت وطن کے بعد بے روزگاری کا تلخ نوالہ نگلنا پڑا۔ تقریباً 1952 میں گورنمنٹ ٹیچری کیلئے درخواست دی۔ اسانید کے ضائع ہونے کی وجہ سے دستیاب ثبوتِ خواندگی صرف خوشنویسی تھا۔ ہفتہ کے اندر سکول انسپکٹر غلام محمد کشمیری دورے پر آیا اور منظوری دی۔ سکردو میں ڈیوٹی شروع کی۔ عرصہ 30 سال تک گورنمنٹ ملازمت کر کے تقریباً 1982 میں پنشن ہوئے اور جامعہ دارالعلوم میں کل وقتی خدمات انجام دینے لگے۔

مولانا مرحوم کی امتیازی خصوصیت آپ کی خوشنویسی ہے۔ گورنمنٹ ڈیوٹی کے دوران بھی دارالعلوم میں جز وقتی طور پر اور پنشن کے بعد یہ صلاحیت بطریق احسن طلباء وطالبات کو منتقل کرتے رہے۔ علاقے میں کم از کم دو نسلوں نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ محلے کی مسجد کے روح رواں تھے۔ خوش اخلاقی اور خوش مذاقی سے حظ وافر حاصل تھا۔ اس ضعیف العمری میں بھی خط واملاء کے پیریڈ بڑے انہماک سے لیتے رہے۔

حلیہ اور خدوخال: قد اونچا تھا، جھریوں والے کتابی چہرے اور سفید ریش سے مزین تھے، کمر قدرے جھکی ہوئی تھی۔

ازواج واولاد: آپ کی یادگار ایک بیٹے یحییٰ صاحب دفتر سول جج خپلو اور 4 صاحبزادیوں کی شکل میں موجود ہے۔ سب تعلیم یافتہ ہیں۔ سیرتوں میں اسلامی منہج تربیت کا پرتو موجود ہے۔

سانحہ وفات: مرحوم نے یکم رمضان المبارک 1426 کا روزہ رکھا تھا۔ اگلی شب کو تکلیف شروع ہوئی۔ جس میں دھیرے دھیرے اضافہ ہوتا گیا۔ 4 ماہ صاحب فراش رہنے کے بعد 4 محرم الحرام 1427ھ بمطابق 3 فروری 2006 بروز جمعہ داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کی عمر 91 برس تھی۔ جنازے میں بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔

© rasailojaraid.com